۱۴

مزارعت اور مساقات

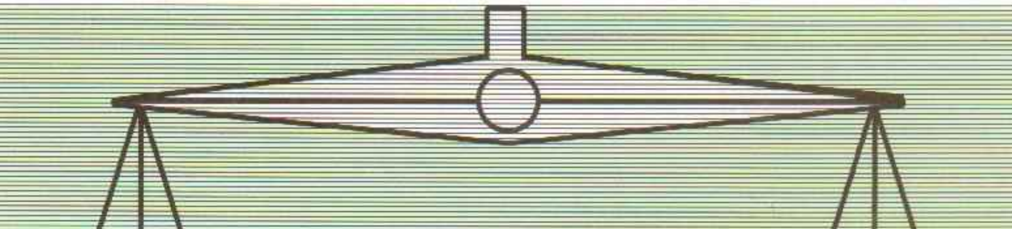

شریعہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

سلسلہ مطالعہ اسلامی قانون (۱۴)

مزارعت اور مساقات

شہزاد اقبال شام

شریعہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

مزارعت اور مساقات

تالیف: ڈاکٹر شہزاد اقبال شام

نظر ثانی و راہ نمائی:
i- جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خان
ii- پروفیسر ڈاکٹر احمد حسن (مرحوم)
iii- پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی

نگران مطالعہ اسلامی قانون کورس: راجہ محمد منیر / ڈاکٹر منظور احمد الازہری

نگران منشورات: ڈاکٹر اکرام الحق یٰسین

ناشر: شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

مطبع: ادارۂ تحقیقات اسلامی (پریس) بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

طبع: ہفتم

سال اشاعت: دسمبر ۲۰۰۷ء

قیمت:

فہرست مضامین

	صفحہ
۱۔ تمہید	۱
ا۔ مزارعت	۲
۲۔ لغوی تعریف	۳
۳۔ مزارعت اور موجودہ نظام زراعت	۴
۴۔ شریعت اسلامیہ میں مزارعت	۵
۵۔ مزارعت فقہ اسلامی میں	۶
۶۔ مزارعت کے ارکان	۸
۷۔ مزارعت کی شرائط	۹
ب۔ مساقات اور اس کے احکام	۱۳
۸۔ لفظ مساقات کی لغوی تحقیق	۱۳
۹۔ مساقات فقہ اسلامی میں	۱۴
۱۰۔ مساقات کی شرعی حیثیت	۱۶
۱۱۔ مساقات اور مزارعت	۱۶
۱۲۔ مساقات کی مختلف شکلیں اور احکام	۱۶
۱۳۔ احناف کا تصور مساقات	۱۷
۱۴۔ مالکی تصور مساقات	۱۷
۱۵۔ حنبلی مکتب فکر کی رائے	۱۹
۱۶۔اسلام کا تصور زراعت اور عصر حاضر کا زرعی نظام	۱۹
۱۷۔ مزید مطالعہ کے لئے	۲۰
۱۸۔ حواشی و حوالہ جات	۲۱
۱۹۔ مصادر و مراجع	۲۲

پیش لفظ

اسلام کی طویل فکری اور عملی تاریخ میں مسلم اہل علم و دانش کو گوناگوں چیلنجوں اور مبارزتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ دور تابعین میں وضع حدیث اور قضاء و قدر کے بارہ میں شبہات سے لے کر دور جدید کے مغربی علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کے استیلاء تک کا یہ سارا زمانہ ایک مسلسل فکری جہاد اور علمی دفاع سے عبارت ہے۔ اس پورے دور میں اہل علم نے نہ صرف حالات زمانہ کو پیش نظر رکھا، بلکہ ہر نئی فکری مبارزت کے جواب میں اکثر و بیشتر انہی ہتھیاروں اور وسائل سے کام لیا جن سے کام لے کر اسلام پر اعتراضات کئے گئے۔ اس کی کامیاب ترین مثال یونانی علوم و فنون سے مسلمانوں کا معاملہ ہے۔ ابتدائی سو، سوا سو سال کے عبوری دور کے بعد بھی مسلمان مفکرین نے یونانی منطق اور فلسفہ سے اسلامی عقائد کی تفسیر و توضیح کی اور اسلامی تعلیمات کی تبیین و تفہیم کا وہ کام لینا شروع کر دیا تھا جس کے عجیب و غریب نمونے امام غزالی، امام رازی، امام شاطبی اور شاہ ولی اللہ دہلوی وغیرہ کی تحریروں میں ملتے ہیں۔

دور جدید میں اس کام کی اہمیت اور پیچیدگی پہلے سے بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ پہلے مبارزت صرف ایک میدان میں تھی، یعنی فلسفہ، منطق اور عقلیات کا میدان۔ اب یہ مبارزت زندگی کے ہر میدان میں ہے۔ فلسفہ اور انسانی علوم سے لے کر روزمرہ زندگی کے مظاہر تک، آج ہر قدم پر دنیائے اسلام کو بیرونی اور خارجی قوتوں سے قدم قدم پر نبرد آزما ہونا پڑ رہا ہے۔ ان میں سے بعض مقامات میں یہ نبرد آزمائی نسبتاً" زیادہ اہم اور فوری نوعیت کی ہے اور حالات کا تقاضا ہے کہ ملت مسلمہ ان معاملات کے بارہ میں فوری طور پر اپنے کو صف آراء کرے اور اپنے وسائل و اسباب کو کماحقہ استعمال کرے۔ ان اہم اور فوری امور میں ایک انتہائی اہم مسئلہ قانونی، دستوری اور عدالتی معاملات کا ہے۔ اس میدان میں مغربی تصورات و افکار کے تسلط اور غلبہ نے ایک بڑے طبقہ کے ذہن کو متاثر بلکہ ماؤف کر دیا ہے کہ یہ طبقہ اسلام کے تصورات و نظریات کو سمجھنے میں اس طرح مشکل محسوس کرتا ہے جس طرح کوئی بھی مغربی دانشور۔ تاہم یہ بات بڑی خوش آئند ہے کہ دنیائے اسلام میں اس صورت حال کے خلاف ایک شدید رد عمل اٹھتا نظر آرہا ہے جو اگر مثبت اور تعمیری خطوط پر آگے بڑھا تو ایک بڑی خوشگوار تبدیلی کا ذریعہ بنے گا۔

اسی رد عمل کا مظہر وہ دلی آرزو ہے جو اسلام کے تصور عدل و احسان پر مبنی معاشرہ کے قیام اور اسلامی تصورات کے عملی نفاذ عالم اسلام کے گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ میں اٹھتی نظر آتی ہے۔ اسی آرزو کی تکمیل کے انتظار میں آج لاکھوں گردنیں کٹ رہی ہیں، لاکھوں گھر اجڑ رہے ہیں، کتنے ہیں جو گھر سے بے گھر ہو رہے ہیں اور کروڑوں دل ہیں جو اس دیرینہ خواب کی تعبیر کی تمنا

میں دھڑک رہے ہیں۔ لیکن اس خواب کی تعبیر اس قدر آسان نہیں ہے جتنا ہم میں سے بعض حضرات سمجھتے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر ایک طویل سفر کی متقاضی ہے۔ ایسا طویل سفر جس کی پہلی منزل' ایک فکری تبدیلی' ایک تعلیمی تحریک اور ایک ذہنی انقلاب سے عبارت ہے ۔ جب تک اسلام کے تصورات و تعلیمات پر گہرا ایمان رکھنے والی' دور جدید میں ان کو روبہ عمل لانے کے جذبہ سے سرشار اور اس راہ کی مشکلات سے کلی طور پر آگاہی اور ادراک رکھنے والی نسل وجود میں نہیں آئے گی اس وقت تک اس خواب کو حقیقت کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔

اس پہلی منزل کا پہلا قدم اسلامی فقہ اور قانون کی کماحقہ تعلیم و تدریس اور اس سلسلہ میں ضروری مردان کار کی تیاری کا کام ہے۔ ایسے مردان کار جو اسلامی فقہ کو اس کے بنیادی ماخذ و مصادر سے براہ راست سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہوں' جن کو رائج الوقت قانونی' دستوری' اور عدالتی تصورات سے گہری لیکن ناقدانہ واقفیت حاصل ہو' جو شریعت کی حقانیت اور صلاحیت پر غیر متزلزل ایمان رکھتے ہوں اور دور جدید میں اس کی تعلیمات کو روبہ عمل لانے کا مومنانہ جذبہ رکھتے ہوں۔ ایسے افراد کی تیاری وقت کی وہ اہم ضرورت ہے جس کو ہماری ملی ترجیحات میں ابھی تک وہ جگہ حاصل نہیں ہوئی جو اس کو ہونی چاہیے تھی۔

بلاشبہ ہمارے بہت سے دینی اداروں اوراسلامی تعلیم کے مراکزمیں فقہ کی تدریس و تحقیق کا کام ہو رہا ہے اور فقہی موضوعات پر کتابیں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں لیکن یہ سب کچھ قطعاً" ناکافی ہے۔ اس تعلیم و تحقیق کاہمارے قانونی نظام اور دستوری اداروں پر اثر نہ ہونے کے برابر ہے۔ملک میں نفاذاسلام کے کام میں پیش رفت نہ ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے۔

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کی شریعہ اکیڈمی اسی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے قائم کی گئی۔ اکیڈمی نے وکلاء اور ارکان عدلیہ کے تربیتی پروگراموں کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی ایک شعبہ قائم کیا جس کے تحت اردو اور انگریزی میں مختلف موضوعات پر جدید انداز سے اسلامی قوانین کے مختلف پہلوؤں پر کتابوں کی اشاعت کے ایک طویل المیعاد منصوبے کا آغاز کیا گیا ہے۔ تصنیف و تحقیق اور نشر و اشاعت کے اس طویل منصوبہ کے ساتھ ساتھ اکیڈمی نے آج سے چند سال قبل ایک شعبہ ایسا بھی قائم کیا جہاں فاصلاتی تعلیم کے اصولوں کے تحت فقہ اسلامی کی تعلیم کا بندوبست کیا گیا ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہماری یہ متواضعانہ پیش کش مقبول ہوئی اور اللہ رب العزت نے اپنی بے پایاں نعمت اور لامتناہی فضل سے ہماری اس کاوش کو کامیابی سے نوازا اور ہم تین سال کی مختصرمدت میں اس کورس کے ذریعہ پاکستان اور بیرون پاکستان کے کوئی ڈیڑھ ہزار افراد تک اسلامی قانون اور فقہ کی ایک مربوط اور جامع تصویر پہنچانے میں کامیاب ہوئے۔

زیر نظر کورس وکلاء ' طلبہ قانون اور عام تعلیم یافتہ حضرات کے لئے ہے۔ اس کا دورانیہ ایک سال ہے اور یہ چوبیس

اسباق یا یونٹوں پر مشتمل ہے جن میں فقہ اسلامی کے مختلف پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے۔ ہر سبق میں تدریسی مواد کے ساتھ ساتھ مزید مطالعہ کے لئے کتابوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

مطالعہ قانون اسلامی کے اس ابتدائی کورس کے بعد چار دوسرے کورس بھی تیار کرائے جارہے ہیں جو فقہ اسلامی کے مختلف موضوعات پر ہیں۔ ہمارے ان "ایڈوانس کورسز" کی تیاری کا کام جاری ہے اور جلد ہی ہم ان کو بھی شروع کر دیں گے۔

کچھ اس یونٹ کے بارہ میں

زیر نظر یونٹ میں شریعت اسلامی کے دواہم موضوعات کا تعارف کرایا گیا ہے یعنی مزارعت اور مساقات ۔ ان دونوں موضوعات کا براہ راست تعلق اسلام کے قانون معاہدہ یا نظریہ عقد سے ہے ' اس لیے کہ ان دونوں کی پشت پر کارفرما بنیادی تصورات کو سمجھنے کے لیے عقد ہی کے اساسی تصورات کا سمجھنا ضروری ہے ' تاہم موضوع زیر بحث میں بعض ایسے امور بھی ہیں جن کا تعلق اس موضوع کی جزئیات اور عملی تفصیلات سے ہے۔ اس لیے ان دونوں کو یہاں علیحدہ سے زیر بحث لایا گیا ہے ۔ اس یونٹ میں آپ اولاً افراد کے درمیان اس معاہدہ کے بارہ میں پڑھیں گے جو زراعت سے متعلق ہے۔

نظام زرعت اتنا ہی قدیم ہے جتنا خود اس کرہ ارض پر انسان کا وجود قدیم ہے۔ زراعت سے متعلق معاملات کے بہت سے پہلو ہیں۔ ان پہلوؤں میں سے ایک ملکیت ' حقوق ملکیت اور استعمال ملکیت سے تعلق رکھتا ہے ' ان سب امور کو سامنے رکھا جائے تو مزارعت اور مساقات کے بارہ میں اسلام کا قانون واضح طور پر سامنے آ جاتا ہے ۔ سادہ الفاظ میں مزارعت سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زمین میں خود کاشتکاری نہ کر سکتا ہو تو وہ متعین شرائط پر کاشت کے لیے زمین کو کسی دوسرے کے حوالے کر دے۔ یہ تمام معاملہ چند بنیادی اصول و شرائط کا تقاضا کرتا ہے جو شریعت نے واضح کر دی ہیں ۔ اسی طرح پھل دار پیڑوں کو پانی دینا بھی محنت کا متقاضی ہے ۔ اگر کوئی شخص یہ کام خود نہ کر سکتا ہو تو کسی دوسرے سے یہ خدمت لے سکتا ہے اور دوسرا اس کے عوض اپنی اجرت حاصل کر سکتا ہے ۔ ان دونوں معاہدات میں شریعت اسلامیہ نے فریقین کے حقوق و فرائض واضح طور پر متعین کر دیے ہیں تاکہ ایک کی محنت یا کمائی سے کوئی دوسرا شخص ناجائز فائدہ حاصل نہ کر سکے ۔ غور کیا جائے تو یہ دونوں معاملات عام لین دین ہی کی مخصوص شکلیں ہیں ۔

ان دونوں موضوعات کا مختصر تعارف آئندہ سطور میں دیا گیا ہے ۔ پہلے حصے میں مزارعت پیش نظر ہے جس کی ابتداء میں واضح کر دیا گیا ہے کہ مزارعت جیسے سیدھے سادے معاملہ کا وطن عزیز میں رائج جاگیردارانہ نظام سے کوئی علاقہ تک نہیں ۔ اس کے بعد مزارعت کے بارہ میں شرعی احکام پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ فقہاء احناف اور جمہور کی آراء کا خلاصہ بیان کرنے کے

بعد مزارعت کے ارکان اور شرائط کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے - یونٹ کے دوسرے حصے میں مساقات کا تعارف کرایا گیا ہے - یہ معاملہ ہمارے زرعی نظام میں متعارف نہیں ہے اور اس کے متعارف کرانے کا مقصد یہی ہے کہ اگر کسی موقع پر فریقین اس کی ضرورت محسوس کریں تو شریعت اسلامیہ کے احکام ان کے پیش نظر رہیں - آخر میں مزید مطالعہ کے لیے بعض مفید کتب کی نشاندہی کی گئی ہے -

دستیاب اعدادو شمار کے مطابق وطن عزیز کی آبادی کا ستر فی صد حصہ زراعت پر انحصار کرتا ہے - اس انحصار میں کھیت اور کھلیان سے متعلق لاتعداد معاملات ہو سکتے ہیں لیکن ان میں سب سے اہم معاملہ اپنی زمین کا دوسرے کو بغرض کاشتکاری بٹائی پر دینا ہے - دوسری طرف عدالتی نزاعات و خصومات کی تعداد پر سرسری نظر ڈالنے سے ہی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کا بھی بہت بڑا حصہ زمین اور نظام زراعت ہی سے متعلق ہے - دوسری بہت سی وجوہ کے ساتھ ساتھ اس ناگفتہ بہ صورت حال کی ایک بڑی وجہ شریعت اسلامیہ سے گمراہ کن حد تک بے خبری اور مجرمانہ لا تعلقی بھی ہے -

ادھر وکلاء برادری کا ان مسائل سے کثرت سے واسطہ پڑتا ہے - اس لیے ان وجوہ کے باعث مطالعہ اسلامی قانون کورس کی اسکیم میں زیر نظر یونٹ کو شامل کرنا مناسب سمجھا گیا' تاکہ ہمارے قانون دان حضرات اس موضوع پر مزید مطالعہ کی طرف راغب ہو سکیں - ایک عام شہری کے لیے بھی یہ یونٹ اس وجہ سے افادیت سے خالی نہیں کہ ان کی تعداد کا ستر فی صد حصہ کسی نہ کسی حیثیت میں نظام زراعت ہی سے متعلق ہے - اس لیے ضروری ہے کہ لوگوں کو اپنے معاملات کے بارہ میں شریعت اسلامیہ کے احکام معلوم ہوں -

اکیڈمی امید کرتی ہے کہ قانون دان اصحاب اور دوسرے اہل نظر اس سلسلہ کو پسند فرمائیں گے - ہمیں امید ہے کہ ہمیں قارئین کے مشورے اور آراء حاصل ہوتے رہیں گے - اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہماری یہ کوشش قبول فرمائے - آمین-

ڈاکٹر محمود احمد غازی
ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

۲۱ صفرالمظفر ۱۴۱۸ھ
۲۷ جون ۱۹۹۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

انسانی تعلقات کی مختلف النوع شکلوں میں سے ایک صورت مزارعت کی بھی ہے جس میں ایک فریق زمین کا مالک ہوتا ہے اور دوسرا زمین میں اپنے عمل و محنت کے ذریعے پیداوار حاصل کرتا ہے جسے دونوں فریق باہمی معاہدے کی شرائط کے مطابق تقسیم کر لیتے ہیں۔ قانونی اور عدالتی ماحول پر نظر ڈالنے سے فوراً اندازہ ہو جاتا ہے کہ مقدمات و نزاعات کا معتد بہ حصہ زمین سے متعلق معاملات پر مبنی ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے نو آبادیاتی نظام کے کارپردازوں نے اپنے دور اقتدار میں مختلف مسلم معاشروں کے قانونی و معاشرتی نظام پر ضربیں لگا کر ایسے ایسے مسائل پیدا کر دیئے ہیں جن کے باعث زمین اور اس کے متعلقہ مسائل اتنے الجھے ہوئے ہیں کہ جن سے ڈور کا سرا تلاش کرنا اور اسے سلجھانا نہ کسی ایک فرد کے بس میں ہے اور نہ کوئی ایک ادارہ یہ بھاری پتھر اٹھانے کا متحمل ہو سکتا ہے۔ ظالمانہ جاگیرداری نظام نے کاشتکاری کے وہ وہ غیرانسانی طریقے ایجاد کیے ہیں جن کو اسلام تو دور کی بات ہے انسانی اخلاق بھی گوارا نہیں کر سکتا۔

دوسری بدقسمتی یہ ہوئی کہ جن مسلم معاشروں میں جاگیرداری کا یہ شجر بے سایہ کاشت کیا گیا' غیرملکی آقاؤں نے اس کی آبیاری کی' بدقسمتی سے وہ معاشرے بہرحال "مسلم" کہلاتے تھے' اس لئے ان میں یہ غیر انسانی زرعی نظام ابتداً مسلمانوں کا زرعی نظام قرار پایا اور اگلے قدم پر یہ فرض کر لیا گیا کہ مسلمانوں سے سرزد ہونے والا ہر کام عین اسلام ہوتا ہے اس لئے یہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی "اسلام" ہے۔ یہ مفروضہ عوام ہی میں نہیں بڑی حد تک اہل دانش میں بھی سرایت کر گیا اور یوں اسلام کی ایک مسخ شدہ اور گمراہ کن تصویر کشی ہوئی جس کے باعث دردمند مسلمان مختلف جہتوں میں سوچنے لگے۔

تیسری بدقسمتی یہ پیش آئی کہ کم علم لیکن دردمند مسلمانوں کا رویہ دوسری انتہا پر سامنے آیا۔ انہوں نے وقت کے ساتھ ساتھ سامنے آنے والے نئے نئے تصورات کے سامنے سپر ڈال دی اور اگلے مرحلے میں ان تصورات کے لئے اسلامی تعلیمات سے جواز کی راہیں تلاش کرنا شروع کر دیں۔ ادھر سیاسی اقتدار کے خاتمے کے ساتھ ہی مسلمانوں کا علمی اور اجتہادی سفر بھی بمنزلہ صفر رہ گیا تھا۔ اس لئے تاریخ کے ایک بڑے دورانیے میں غیراسلامی سیاسی افکار کے

سائے تلے بہت سے مسائل کے حل کی کوششیں کی گئیں۔ انہی میں سے ایک مثال زمین' اس کی ملکیت اور حقوق کاشتکاری کی ہے جس کے اساسی اسلامی تصورات طویل عرصے تک اشتراکیت کے عمل انعکاس کے ذریعے لوگوں تک پہنچتے رہے۔ یہاں پہنچ کر مسئلہ علمی سے زیادہ سیاسی رخ اختیار کر گیا۔ اس لئے اِس نقطہ نظر کو اُس نقطہ نظر کے مقابلے میں زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی جو اسلام کی واضح' صاف اور شفاف تعلیمات لئے ہوئے تھا۔

نو آبادیاتی نظام کے خاتمہ کے بعد یہ کہنا تو آسان نہیں ہے کہ مسلم ممالک کلیتاً غیر ملکی تسلط سے آزاد ہو چکے ہیں لیکن بڑی حد تک اپنے معاملات میں خودمختار ضرور ہیں۔ جس کے نتیجے میں ان ممالک میں علمی سرگرمیوں کو فروغ حاصل ہوا تو درست اسلامی تعلیمات بلاواسطہ سامنے آئیں تو عمل انعکاس بڑی حد تک ماند پڑ گیا۔ اس لئے اب وقت کی ایک بڑی ضرورت یہ ہے کہ مختلف مسائل پر اسلامی تعلیمات خود اسلامی تعلیمات کے ذریعے متعارف کرائی جانی چاہئیں۔

مذکورہ بالا مسائل میں سے ایک مسئلہ مزارعت کا بھی رہا ہے جس کا مطالعہ قرآن و سنت' اجتہاد اور امت کے تعامل کی روشنی میں کرنے کی بجائے ظالمانہ جاگیرداری' استحصال اور اشتراکیت کے حوالے سے سمجھنے کی کوشش کی گئی جو بالاخر ناکام ہو گئی۔ اس لئے اس باب کے آغاز ہی میں یہ واضح کر دینا اہم ہے کہ اسلام میں زمین کی ملکیت کوئی مسئلہ ہی نہیں رہا اور نہ مزارعت کوئی ظالمانہ طریقہ ہے۔ بلکہ یہ نکاح' طلاق' خرید و فروخت اور لین دین کی طرح معاہدہ ہی کی ایک شکل ہے اور اس بارے میں قرآن و سنت کی واضح تعلیمات موجود ہیں جن کی روشنی میں صراط مستقیم کی بجائے ادھر ادھر دیکھنا راہ منزل گم کر دینے کے مترادف ہے۔ اس لئے اس باب کے قارئین صرف اسلامی تعلیمات سامنے رکھیں تو معاملہ مزارعت سمجھنا از حد آسان ہے اور اگر معاملہ مزارعت کسی اور حوالے سے سمجھا جائے تو اسلام درمیان میں لانا سعی لا حاصل ہے۔

الف۔ مزارعت

مزارعت کے عام فہم معنی کھیتی باڑی ہے۔ کاشتکاری کے لئے بھی لفظ مزارعت ہی استعمال ہوتا ہے۔ ملک کی کچھ مقامی اور علاقائی بولیوں میں اس عربی اصطلاح کا مفہوم ادا کرنے کے لئے زمینداری کا لفظ بھی بولا جاتا ہے۔ یہ اردو مترادفات دو افراد کے درمیان معاملے کا نام ہیں۔ لیکن یہ الفاظ مزارعت کا مکمل مفہوم ادا کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ یہ ایسی اصطلاح ہے جو ایک خاص تناظر ہی میں دیکھی جا سکتی ہے۔ مزارعت نہ صرف عربی بلکہ اردو میں بھی

زمین کی زرعی پیداوار حاصل کرنے کے لئے دو افراد کے باہم معاملہ کرنے پر وضع کی گئی ہے جس میں ایک شخص زمین کا مالک ہوتا ہے۔ دوسرا اس زمین سے اپنے عمل اور محنت کے ذریعے زرعی پیداوار حاصل کرتا ہے جس کو پہلے سے طے شدہ شرائط پر دونوں تقسیم کر لیتے ہیں۔ اس طرح یہ تمام عمل عقد یا معاہدہ کی ذیل میں آتا ہے جس کے بارے میں قرآن و سنت میں تفصیلی احکام موجود ہیں۔

لغوی تعریف

لغوی اعتبار سے لفظ مزارعت کا اشتقاق "الزرع" سے ہوتا ہے جس کے معنی بیج ہیں۔ عام عربی بول چال میں الزرع سے مراد بیج ڈالنا یا بیج بونا ہے۔ کسی فصل کا بیج زمین میں بغرض حصول پیداوار ڈالنا الزرع کہلاتا ہے۔ یہ معنی مجازاً استعمال ہوتا ہے۔ الزرع کے حقیقی معنی اگانا ہیں مگر کثرت استعمال کی وجہ سے اس سے مراد بیج بونا ہی لیا جاتا ہے، بیج اگانے کے معانی نہیں لئے جاتے کیونکہ انسان بیج بو تو سکتا ہے لیکن اس کو قدرت حاصل نہیں کہ وہ اس سے کچھ اگا سکے۔ قرآن پاک میں اللہ نے ارشاد فرمایا۔

أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ۝ أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ۝ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ

(واقعہ، ۵۶: ۶۳-۶۵)

کبھی تم نے سوچا، یہ بیج جو تم بوتے ہو، ان سے کھیتیاں تم اگاتے ہو یا ان کے اگانے والے ہم ہیں؟ ہم چاہیں تو ان کھیتیوں کو بھس بنا کر رکھ دیں اور تم طرح طرح کی باتیں بناتے رہ جاؤ۔

یہاں بیج بونے کے لئے "حرث" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ رہا الزرع کا استعمال تو یہ اپنے حقیقی معنی میں وارد ہوا ہے، یہاں استفہام انکاری کی صورت میں اگانے کی نسبت اللہ جل شانہ نے اپنی ذات کی طرف فرمائی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کتب فقہ، ادب اور صحافت میں الزرع ہمیشہ اپنے مجازی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جہاں تک اس کے اشتقاق یعنی لفظ مزارعت کا تعلق ہے، تو یہ باب مفاعلہ سے ہے جس کی کئی مثالیں گزشتہ ابواب میں دی جا چکی ہیں۔ جیسے مشارکہ، مضاربہ، مفاوضہ، معاہدہ وغیرہ۔ اس وزن پر آنے والے جملہ الفاظ اپنے اصلی سہ حرفی کلمہ کے معانی دو افراد یا فریقوں کے درمیان کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔ اسی لفظ مزارعت کو لیجئے جس کے معنی مالک کا کاشتکار کو اپنی زمین بٹائی پر دینا ہیں، ان معانی میں بھی دو افراد ہی کا ذکر ہے جن میں سے ایک زمین کا مالک اور دوسرا کاشت کاری کرنے والا ہے۔ لہذا لغوی اعتبار سے مزارعت کے معنی کھیتی باڑی میں دو افراد کا زمین اور عمل کے

ساتھ شریک ہونا ہے۔

اسلامی معاشرہ میں مزارعت کبھی متنازعہ فیہ معاملہ نہیں رہا جس پر فقہاء کی غیر معمولی متضاد آراء پائی جاتی ہوں بلکہ امت کا تعامل ظاہر کرتا ہے کہ مزارعت اسلامی معاشرے میں ایک مستحسن معاہدہ ہے۔

مزارعت اور موجودہ نظام زراعت

اسلامی معاشرہ میں جب بھی علمی اور تحقیقی اعتبار سے کوئی شے امت کو بحیثیت مجموعی قابل قبول ہوتی ہے تو اس کے بین السطور میں قرآن و سنت کی تعلیمات، رسول اللہ کا عمل اور صحابہ کرام اور دوسرے مسلمانوں کا اجتماعی عمل ہوتا ہے۔ یہی وہ پیمانہ ہے جو کسی بھی جدید فکر و فلسفہ کے درست یا غلط ہونے کی نشان دہی کرتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شے قرنوں سے اسلامی تہذیب کے رگ و ریشے میں رچی بسی ہو، قرآنی تعلیمات میں اس کے جواز کے خلاف کچھ نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجموعی تعلیمات صحابہ کرام کو اس کے بارے میں ایک خاص طرح کا طرز عمل اس طرح اختیار کروا رہی ہوں کہ بعد میں آنے والے بھی اسے اختیار کرتے جائیں، علمی حلقوں میں اس کے ایک ایک گوشے پر بحث و نظر کی قلمی محفلیں منعقد ہو چکی ہوں اور لاتجتمع امتی علی الضلالة (میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ حدیث) کی تفسیر مسلمانوں کا اجتماعی عمل کر رہا ہو اور پھر یکایک اس کے عدم جواز کے دلائل قرآن و سنت ہی سے ملنے شروع ہو جائیں۔ یہی رویہ بعض سیاسی وجوہ کے باعث مزارعت کے ساتھ اختیار کیا گیا جس کی بڑی وجہ موجودہ جاگیرداری نظام اور اس کی خرابیاں ہیں۔

مزارعت دوسرے بہت سے معاملات میں سے دو افراد کے درمیان ایک معاملہ ہے۔ فنی لحاظ سے کتب فقہ میں اس کی تمام جزئیات کا علمی انداز میں احاطہ کیا جاتا رہا ہے، لیکن بنیادی طور پر اس کا اصول بہت ہی سادہ اور سہل انداز میں لوگوں کے لئے وضع کیا ہے کہ زمین کا مالک کسی وجہ سے اپنی زمین خود کاشت نہ کرنا چاہے تو کچھ شرائط پر کسی دوسرے کو کاشت کے لئے دے دے تاکہ ایک تو وسائل ضائع نہ ہوں، اور دوسرے یہ کہ ضرورت مند کو کام کرنے کے مواقع حاصل رہیں۔ یہ ایک معاشرتی معاملہ ہے جس میں فریقین کے معاشرتی رتبے کا دخل قطعاً" نہیں ہے، نہ اس میں ذات پات کی تقسیم کا تصور ہے کہ جو کاشتکاری کرے وہ تو **کھشتری** گردانا جائے اور جو زمین کا مالک ہو وہ اونچی ذات کا برہمن قرار پائے، بلکہ عین ممکن ہے کہ اسلامی معاشرے کا زمین دار آج اپنی زمین کسی دوسرے کو کاشت کے لئے دے رہا ہو تو کل وہ زمین بیچ کر صنعت و حرفت کی طرف مائل ہو جائے۔ حتیٰ کہ اس کی اولاد کسی

دوسرے کی زمین لے کر کاشتکاری کرتی نظر آئے۔ ماضی میں ایسے عملاً رہا ہے اور کاروبار زراعت کے جدید اسلوب اب جاگیردارانہ نظام سے ہٹ کر نئی ترتیب کی منظر کشی کر رہے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آئندہ کبھی دو فریقوں میں شاید یہ ایک پروقار معاہدہ ہی ہو' ذات پات معاشرتی اونچ نیچ کا اس میں عمل دخل نہ ہو۔

شریعت اسلامیہ میں مزارعت

مزارعت کی تاریخ اور اس کے بارے میں شرعی احکام کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل زمین بٹائی پر دینے کا رواج عام تھا جس سے قرآن نے منع نہیں کیا۔ اس طرح یہ معاملہ بعثت محمدی سے پہلے کی طرح جوں کا توں رہا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ نے اسے درست قرار دیا' اور اس میں کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ مزارعت میں کوئی بڑی خرابی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کے لئے حکم نازل فرماتا۔ لیکن قرآن نے اس وقت کے معاشرے میں رائج مزارعت کے بارے میں سکوت اختیار کر کے اسے جائز قرار دیا۔

جہاں تک احادیث کا تعلق ہے تو ان میں ہمیں دونوں طرح کی احادیث ملتی ہیں جن میں بعض احادیث مزارعت کی نفی کرتی ہیں اور بعض اس کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔ دونوں طرح کی احادیث مستند کتب احادیث میں موجود ہیں(۱) جن پر فقہاء نے ابتدا ہی سے نقد و جرح کے بعد ایک معتدل اور متوازن نقطہ نظر پیش کیا جس میں جزوی طور پر اختلاف تو موجود ہے لیکن بحیثیت مجموعی امت نے مزارعت کو قبول کیا۔ بعد کے ادوار میں یہ بات زیر بحث ہی نہ رہی کہ مزارعت جائز ہے یا اس کے جائز ہونے میں کوئی شک و شبہ ہے۔ احادیث پر نقد و جرح کے بعد فقہاء نے بالعموم ایک متفق علیہ نقطہ نظر اپنا کر اس کی فنی جزئیات پر تفصیلی بحثیں کی ہیں جن کا نچوڑ یہی ہے کہ یہ ایک جائز معاملہ ہے۔ اس طرح اب اگر کوئی اس کے جواز یا عدم جواز پر نئی بحث کا آغاز کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ متفق علیہ امور پر بے مقصد بحث شروع کر کے وقت کو الٹی سمت میں لے جانا چاہتا ہے جو ایک بے کار مشق ہے۔

امام ابوحنیفہ' امام زفر' اور امام شافعی کے ایک قول کے علاوہ تمام فقہائے امت مزارعت کے معاملہ کو جائز قرار دیتے ہیں۔ احناف کے دو بڑے فقہاء امام ابویوسف اور امام محمد بھی مزارعت کے جواز کے قائل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کے تمام مفتی مزارعت کے جواز پر فتویٰ دیتے چلے آئے ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام زفر سے بھی

مزارعت کے بارے میں دو مختلف آراء منقول ہیں' ایک رائے کے مطابق وہ اسے فاسد قرار دیتے ہیں باطل نہیں' اور جیسا کہ فتاویٰ عالم گیری میں ہے کہ ان کی اس رائے میں بھی احتیاط کو دخل ہے۔ ان کی دوسری رائے یہ ہے کہ اگر تہائی یا چوتھائی پر مزارعت کی جائے تو یہ باطل ہے۔ اس طرح امام شافعی بھی اسے جائز قرار نہیں دیتے سوائے اس کے کہ یہ مساقات (آبپاشی) کا معاملہ ہو اور وہ بھی احتیاج کی حالت میں جائز ہے۔ باقی تمام ائمہ جیسے امام ابو یوسف' امام محمد' امام احمد بن حنبل' امام مالک' اور امام داؤد ظاہری مزارعت کو جائز قرار دیتے ہیں اور جواز کے لئے ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

عن ابی عمر ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عامل اہل خیبر بشطر مایخرج من ثمر او زرع ((٢)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ پھلوں اور دوسری زرعی پیداوار کے لئے نصف نصف پر معاملہ کیا۔

مزارعت فقہ اسلامی میں

مزارعت کے بارے میں احناف کی تعریف مندرجہ ذیل ہے۔

ھی عقد علی الزرع ببعض الخارج (٣)

مزارعت کھیتی باڑی کا باہمی معاہدہ ہے جو (زمین کی) پیداوار کے کچھ حصے کی بنیاد پر کیا جائے۔

شافعی مکتب فکر اس کی تعریف یوں کرتا ہے۔

المزارعة ھی معاملة العامل فی الارض ببعض مایخرج منھا علی ان یکون البذ ر من المالک (٤)

مزارعت یہ ہے زمین کی پیداوار کے ایک حصے کے عوض کاشتکار زمین دار سے معاملہ کرے اور شرط یہ ہو کہ بیج زمیندار کا ہو گا۔

(تفصیل کے لئے نووی کی مغنی المحتاج دیکھی جا سکتی ہے۔)

فقہ مالکی میں مزارعت کی تعریف یوں ملتی ہے۔

بانھاالشرکة فی الزرع (٥)

مزارعت' زراعت میں شراکت داری ہے۔

حنبلی مکتب فکر کے نزدیک مزارعت سے مراد یوں ہے۔

دفع الارض الی من یذرعھا اویعمل علیھا' والزرع بینھما وھی جائزہ (۶)

کاشتکار یا عامل کو اس شرط پر زمین دینا کہ اس کی پیداوار دونوں میں تقسیم ہو اور یہ جائز ہے۔

ابن حزم نے مزارعت کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ المحلی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اصولی اعتبار سے زمین کے کرایے کو ناجائز قرار دیتے ہوئے مزارعت کو انہوں نے بھی جائز قرار دیا ہے۔

ولایجوز کراء الارض بشی اصلا" لابدنا نیر ولا بد راھم ولا بعوض ولا بطعام مسمٰی ولا بشی اصلا" ولا یحل فی زرع الارض الا احد ثلاثة اوجة اما ان یزرعھا المرء بالته و اعوانه و بذ رہ حیوانه وما ان یبیح لغیرہ زرعھا ولا یاخذ منه شیاء فان اشتر کا فی الالة والحیوان والبذ ر والاعوان دون ان یاخذ منه للارض کراء فحسن (۷)

فی الاصل زمین کا کرایہ درہم و دینار یا غلے کی طے شدہ مقدار' یا کسی اور شے کے عوض جائز نہیں اور نہ تین صورتوں کے علاوہ زمین میں زراعت جائز ہے یا تو (زمین کا مالک) اپنے آلات' مددگاروں' بیج اور مویشیوں کے ذریعے خود کاشتکاری کرے یا وہ اسے کسی دوسرے کے ہاتھ بغرض کاشتکاری بیچ دے' اور اس سے کچھ حاصل نہ کرے اور اگر ان دونوں نے زرعی آلات' بیج' زمین میں کام آنے والے معاونین اور مویشیوں میں بغیر زمین کا کرایہ حاصل کئے اشتراک کیا تو یہ احسن ہے۔

اگر ان تمام تعریفوں اور آراء پر غور کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ تمام فقہاء نے لفظی تغیر کے ساتھ ایک ہی بات ذرا مختلف یا اجمالی و تفصیلی انداز میں بیان کی ہے۔ احناف اور مالکیہ کی تعریفیں تقریباً یکساں ہیں' حنابلہ نے اپنی تعریف میں معاہدہ یا شراکت کا مفہوم تو شامل نہیں کیا لیکن پیداوار کی تقسیم کا تصور تعریف میں شامل کر کے یہی بات دوسرے انداز میں کہہ دی' شافعی علماء نے بالکل یہی بات اپنے الفاظ میں بیان کر کے ایک شرط کو تعریف میں شامل کر دیا' ابن حزم نے مزارعت کی تعریف میں تفصیل سے کام لیا۔ لہٰذا یہ کہنا مبنی برحقیقت ہو گا کہ مزارعت کی تعریف میں کوئی ابہام یا اختلاف نہیں' اور اگر اختلاف ہے تو اس کی تفصیلی احکام اور جزئیات میں ہے جس کی گنجائش قرآن و سنت میں موجود ہے۔

مزارعت کے ارکان

مزارعت کے لئے فقہی مسالک نے الگ سے ارکان وضع نہیں کئے۔ کتب فقہ میں مزارعت کے متعلق احکام تو ملتے ہیں لیکن اس کے ارکان کی بحث عام طور پر عقد یا بیع کی بحث میں ملتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مزارعت بھی عقد یا معاہدہ ہی کی قسم ہے جس میں خرید و فروخت کی بجائے زمین پر معاملہ کیا جاتا ہے۔

لیکن یہ تصور فقہائے احناف کا ہے۔ دوسرے فقہاء مزارعت کے ارکان کی تعریف بیع یا عقد کے ارکان کی تعریف سے ذرا مختلف انداز میں کرتے ہیں۔ احناف کے نزدیک مزارعت صرف صیغہ (ایجاب و قبول) پر مشتمل ہے۔ اس لئے احناف کے نزدیک مزارعت صرف ایک رکن پر مشتمل ہے۔ لیکن جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ احناف میں مزارعت کے بارے میں دو آراء ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام زفر کے خیال میں مزارعت فاسد معاملہ ہے جو جائز نہیں(۸)۔ امام ابویوسف اور امام محمد کی رائے میں البتہ مزارعت جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مزارعت کے بارے میں احناف کے تمام فتاویٰ امام ابویوسف کی رائے کی روشنی میں دیئے جاتے ہیں جیسا کہ فتاوی عالم گیری میں اس کی وجہ مذکور ہے (۹)۔

فتاویٰ عالم گیری کی اسی جلد کے حاشیہ میں مترجم کے خیال میں امام ابوحنیفہ نے عقد مزارعت کو فاسد قرار دیتے وقت محض احتیاط سے کام لیا کہ اس میں فساد کا احتمال بھی ہو سکتا ہے۔ یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ ملکیت زمین کے بارے میں جو نئے نئے تصورات انیسویں اور بیسویں صدی میں سامنے آئے اور جن کے مطابق زمین کی ملکیت انفرادی طور پر جائز نہیں بلکہ اس کا تعلق ریاست سے ہے۔ ان باتوں یا تصورات کا حقیقی تعلق بے لگام سرمایہ داری کے رد سے ہے۔ امام ابوحنیفہ کے پیش نظر نہ تو سرمایہ دارانہ معیشت رہی اور نہ دوسرے جدید معاشی تصورات! گزشتہ کچھ عشروں میں اس حوالے سے بعض مسلم دانشوروں نے سرمایہ داری کے رد میں ملکیت زمین کو غیراسلامی قرار دیتے وقت امام ابوحنیفہ کے افکار کا سہارا لینے کی کوشش کی جو علمی افلاس سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ نے مزارعت کے رد میں محض احتیاط کے نقطہ نظر سے رائے دی جس کا تعلق اسلام کے نظریہ عقد سے ہے اور یہ رائے خالصتاً فنی تناظر میں ہے۔ یہ فقہی و قانونی بحث ہے۔ سیاسیات، فکر و فلاسفہ یا معاشی تصورات سے اس کا علاقہ تک نہیں ہے۔ دوسری بات یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ ایک امام صاحب ہی فقہ حنفی کے نمائندہ نہیں، ہزاروں دوسرے فقہاء نے فقہ حنفی کے اندر رہتے ہوئے امام صاحب سے اختلاف کیا جسے ہر دور

اور ہر علاقے میں قبول عام حاصل رہا۔

حنابلہ کی رائے میں مزارعت کے دو ارکان ایجاب اور قبول ہیں جن کے تفصیلی احکام گزشتہ ابواب میں بیان کئے جا چکے ہیں۔

مالکی مکتب فکر کا خیال ہے کہ مزارعت کے رکن سے مراد وہ امر ہے جس کی بنا پر یہ معاملہ ٹھیک انجام پائے اور رکن کی حیثیت یہ ہے کہ معاہدہ کی شرائط پوری ہو جائیں تو معاملہ جائز ہو جاتا ہے (۱۰)۔ اس رائے سے معلوم ہوتا ہے کہ مالکی مکتب فکر نے مزارعت پر فنی بحث کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ اصولی طور پر معاملہ کے ٹھیک ٹھیک انجام پانے کو رکن قرار دیا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن و سنت کے احکام کی روشنی میں فریقین کے حقوق کا تحفظ ہی عقد مزارعت کا رکن ہے جس کی تفصیل طے کرنا خود فریقین کے ذمہ ہے۔ یہ تفصیل معاہدے کی شرائط بھی ہو سکتی ہیں جن کا پورا کرنا رکن کی حیثیت رکھتا ہے۔

مزارعت کی شرائط

مزارعت کے لئے فقہاء نے تین طرح کی شرائط بیان کی ہیں۔ بحیثیت عقد مزارعت کا مطالعہ کیا جائے تو اس کی شرائط وہی ہیں جو عقد کے لئے ہیں اور پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔ یہ وہ شرائط ہیں جو مزارعت کو بطور معاہدہ درست ثابت کرنے کے لئے فقہاء نے مقرر کی ہیں جن میں سے کسی شرط کا فقدان مزارعت پر اثرانداز ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ان شرائط میں تبدیلی جائز نہیں ہے۔ ان شرائط کے تفصیلی مطالعہ کے لئے بارہواں باب "اسلام کا تصور معاہدہ" ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

دوسری قسم کی شرائط وہ ہیں جو صرف مزارعت سے متعلق ہیں' کسی دوسرے معاہدے میں ان کا عمل دخل نہیں ہو سکتا۔ یہ شرائط بالخصوص مزارعت کے بارے میں ہیں جیسے زمین کی پیداوار سے حاصل شدہ فصل کی تقسیم کا درست شرعی فارمولا وغیرہ۔ یہ شرائط بھی فقہاء کے گہرے غور و تدبر کا نتیجہ ہیں جو قرآن و سنت کے مطالعہ سے حاصل ہوئی ہیں۔ ان شرائط میں بھی فریقین کسی قسم کی کمی بیشی کرنے کے مجاز نہیں۔ مزارعت اس وقت جائز ہو سکتی ہے جب تمام شرعی تقاضے پورے ہو جائیں۔

تیسری قسم کی شرائط وہ ہیں جو فقہاء کے اس وضع کردہ فارمولے کی روشنی میں فریقین خود طے کرتے ہیں۔ بعض ایسے معاملات ہو سکتے ہیں جو کتب فقہ میں مذکور نہیں ہیں' مثال کے طور پر عصر حاضر میں جراثیم کش ادویہ کا

چھڑکنا وہ عنصر ہے جس کے تفصیلی احکام قدیم کتب فقہ میں نہیں ملتے۔ اس کے علاوہ آج کل بڑے بڑے قطعات اراضی پر جہاز کے ذریعے ادویہ کا چھڑکنا عام ہو گیا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ یہ شرائط فریقین قرآن و سنت کی روشنی میں خود طے کریں اور یہ تبھی ممکن ہے جب معاہدہ میں ان کا تفصیلی ذکر کر دیا جائے۔ آج کے دور میں وسیع رقبے پر مشتمل قطعات اراضی کے بارے میں، جن کے مسائل تبدیل ہو چکے ہیں، جب تک یہ نئی قسم کی شرائط معاہدے میں مذکور نہ ہوں، فریقین کے درمیان نزاع کا اندیشہ رہتا ہے۔ ان شرائط کو خود فریقین معاملے اور زمین کی نوعیت کے مطابق طے کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کا ذکر یہاں بے محل ہو گا لیکن بسا اوقات تیسری قسم کی شرائط دوسری قسم سے مماثل ہو جاتی ہیں۔

لیکن آراء کے اس فرق سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ مزارعت اختلافات کا کوئی مجموعہ ہے، آراء میں یہ فرق فقہاء کے ادوار کے فرق کی وجہ سے ہے یا کھیتی باڑی کے اسلوب اور علاقے کے رسم و رواج کے بدل جانے کے باعث ہے جن میں بظاہر تو فرق نظر آتا ہے لیکن فی الحقیقت انہیں یک جا کرنے سے کسی نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ جب بھی کسی موضوع پر گفتگو ہوتی ہے تو اس کے بارے میں تمام ضروری احکام کا بیان لازمی ہوتا ہے۔ اگرچہ عمل کے میدان میں ان احکام کا بڑی حد تک تعلق کسی ایک صورت مسئلہ ہی سے ہوتا ہے لیکن بیان کرتے وقت تمام احکام کا احاطہ ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے زیر بحث مسئلہ پر کثرت سے اختلاف رائے نظر آتا ہے۔ فقہائے احناف عقد مزارعت میں جن شرائط کا التزام کرتے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

ایک شرط فصل کے بارے میں ہے جس کا تعین عقد کے وقت ضروری ہے۔ زمین کا مالک کاشتکار کو مکئی کاشت کرنے کے لئے اجازت دے تو صرف مکئی ہی کاشت کی جا سکتی ہے، لیکن زمیندار کاشتکار کو کچھ کہے بغیر زمین دے دے تو پھر کاشتکار موسم کے مطابق اس علاقے میں عام طور پر کاشت ہونے والی فصلیں بونے کا مجاز ہے۔ حنبلی فقہاء بھی اس شرط کے حق میں ہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مزارعت کا معاملہ کرتے وقت فریقین کے حقوق کا ذکر لازماً کر دیا جائے جیسے کاشتکار کا حصہ نصف ہو گا یا ایک تہائی یا دو تہائی۔ بیج مہیا کرنا کس کے ذمہ ہو گا، دونوں میں سے کون کس نسبت سے باقی اخراجات برداشت کرے گا، اگر حقوق متعین کئے بغیر معاہدہ کیا جائے تو یہ باطل ہے۔ یہی شرط مالکی فقہاء کی بھی ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ دونوں کے حقوق تسلیم کر لئے جائیں۔ اگر یہ معاہدہ کیا جائے کہ تمام پیداوار زمیندار کی ہے تو یہ باطل ہے، بلکہ اسلام تو اسے معاہدہ تسلیم ہی نہیں کرتا۔ یہ صورت حال اپنے ملک کے رائج الوقت جاگیرداری نظام میں دیکھی جا سکتی ہے جو استحصال اور بیگار لینے کا دوسرا نام ہے لیکن اس کے برعکس زمیندار ازخود پیداوار میں سے کچھ لینے سے انکار کر دے تو یہ جائز ہے کیونکہ اپنے حق میں کمی کرنا احسان کہلاتا ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ زمین کی پیداوار میں سے جو کچھ حاصل ہو، فریقین کا حصہ اسی میں سے ہو جیسے کسی کاشتکار نے چاول کاشت کئے تو معاہدے میں یہ ہو کہ چاول کی پیداوار میں سے فریقین کا حصہ اس تناسب سے ہو گا۔ اگر چاول کی بجائے زمیندار کا حصہ کسی اور جنس میں مقرر کیا جائے تو یہ غلط ہے کیونکہ اس میں سود کی ایک شکل کا وجود ملتا ہے۔ یہ شرائط مالکی فقہاء بھی عائد کرتے ہیں۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ فریقین کا حصہ پیداوار کی نسبت سے ہو، متعین یا رقبہ کے اعتبار سے نہ ہو، جیسے کل پیداوار کا ایک تہائی، چوتھائی، نصف وغیرہ تو جائز ہے لیکن دس من فی ایکڑ یا کل رقبے کے لئے فصل کی ایک خاص مقدار، کسی ایک فریق کے لئے مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس طرح کا معاہدہ سود کی دوسری شکل ہے۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ فریقین یہ بھی طے کر لیں کہ ابتداً مہیا کئے جانے والے بیجوں کی مقدار زمین کی پیداوار میں سے منہا کر کے فریقین کے حصے مقرر کئے جائیں گے اور زمین کی پیداوار بیج کی مقدار کی نسبت سے تقسیم ہو گی۔ یہ شرط اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہو سکتا ہے کسی وقت ناسازگار موسمی حالات کی وجہ سے اتنی ہی پیداوار حاصل ہو جتنا بیج ڈالا گیا ہو تو اس صورت میں بیج فراہم کرنے والے کو کم از کم اس کا حق تو ملے۔

ساتویں شرط یہ ہے کہ زمین قابل کاشت ہو، سیم یا تھور زدہ نہ ہو، یا اس میں کوئی ایسا عیب نہ ہو جو کاشتکار کو زیادہ محنت کرائے۔ زمین میں کوئی ایسا عیب پایا جائے جس کی وجہ سے زیادہ محنت سے زمین قابل کاشت بن سکے تو اس کے لئے کاشتکار کو الگ اجرت یا معاوضہ دیا جائے گا یا پیداوار میں اس کا حصہ زیادہ کر دیا جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی زمین سے مسلسل بانس ہی کی پیداوار حاصل کی جاتی رہے تو کوئی دوسری فصل کاشت کرنے سے قبل اس زمین سے بانس کی جڑیں نکالنا ضروری ہوتا ہے جس کے لئے کافی محنت درکار ہوتی ہے۔ چنانچہ معاملہ طے کرتے وقت زمین کی صفائی عقد مزارعت سے الگ معاملہ ہے جس کی اجرت یا معاوضہ پیداوار سے الگ ہے۔ کیونکہ عین اسی وقت اس علاقے میں کوئی دوسرا زمیندار کسی دوسرے کاشتکار سے اپنی صاف ستھری زمین کے بارے میں

عقد مزارعت کر رہا ہو تو یقیناً ان کی شرائط الگ ہوں گی۔ لہٰذا احناف یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ عقد مزارعت کے وقت زمین قابل کاشت ہو۔

آٹھویں شرط یہ ہے کہ زمین دار اپنی زمین کا صحیح محل وقوع اور حدود اربعہ بتائے۔ محض رقبہ یا محل وقوع کے بارے میں علامات سے نشاندہی کر دینا کافی نہیں ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اس رقبہ زمین کے ایک معین رقبہ میں جو فصل بوئی جائے اس کی وضاحت بھی کر دی جائے۔ اگر اس میں ایک سے زائد فصلیں بونا قرار پائے تو ہر فصل کے لئے ضروری رقبہ کی حدبندی بھی کر دی جائے۔ مثلاً ایک ایکٹر رقبہ کے ایک حصہ میں مکئی کاشت کرنا طے ہو اور دوسرے حصے میں جوار یا باجرہ' تو دونوں حصوں کی حدبندی کر کے یہ طے کر لیا جائے کہ فلاں حصے میں مکئی اور فلاں میں جوار کاشت ہو گی۔ یہ شرط اس لئے عائد کی جاتی ہے کہ ممکن ہے کاشتکار اپنی سمجھ کے مطابق جس حصے میں مکئی کاشت کرے وہ مکئی کے لئے مفید نہ ہو یا اس کے قریب گزرگاہ ہو جہاں سے گزرنے والے راہ گیر مکئی کے بھٹے توڑیں اور اس پر نزاع پیدا ہو کہ کاشتکار نے مناسب رکھوالی کا اہتمام نہیں کیا۔ چنانچہ احناف کسی بھی ناپسندیدہ صورت حال کے ازالہ کے لئے یہ شرط عائد کرتے ہیں۔ یہ شرط حنابلہ بھی عائد کرتے ہیں۔

نویں شرط یہ ہے کہ کاشتکار کے لئے مزارعت کے عمل میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اگر زمین دار یہ کہے کہ وہ خود بھی کھیت میں کام کرے گا تو یہ جائز نہیں ہے۔ اس طرح کاشتکار آزادانہ طور پر کھیتی باڑی نہیں کر سکتا جو مزارعت کے لئے ضروری ہے۔ کاشتکار کے لئے ایسا ماحول بھی ضروری ہے جو اسے آزادانہ کام کرنے کے مواقع فراہم کرے اور اس کی راہ میں رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

دسویں شرط یہ ہے کہ وہ معاملات جو عقد مزارعت میں فریقین کے ذمہ ہیں' علی حالہ برقرار رہیں۔ کسی موقع پر یک طرفہ طور پر دوسرے فریق کی ذمہ داری قرار نہ دیئے جائیں۔ مثلاً احناف کے نزدیک بیل جوتنا' کھیت میں محنت اور زرعی آلات کی فراہمی دراصل کاشتکار کی ذمہ داری ہے' علیحدہ سے اس کا ذکر کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے ان اشیاء کا الگ سے معاوضہ مقرر کرنا بھی غلط ہے۔ لہٰذا کاشتکار کو ان کا معاوضہ الگ سے نہ دیا جائے ورنہ عقد فاسد ہو جائے گا۔

گیارہویں شرط یہ ہے کہ مالک اراضی کسی ایسے مخصوص حصہ اراضی کو اپنے حصے میں محسوب نہ کرے جہاں پیداوار زیادہ ہو۔ مثلاً پانی کی گزرگاہ وغیرہ کے آس پاس پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ زمیندار اس طرح کی جگہیں اپنے

لئے مخصوص کر لے تو یہ غلط ہے۔

یہ تمام شرائط عقد کی صحت سے متعلق ہیں۔ان میں سے کوئی ایک شرط بھی پوری نہ ہو تو عقد فاسد ہوجاتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل صورتوں میں عقد مزارعت فاسد ہو گا۔

۱۔ اگر تمام پیداوار ایک فریق کی قرار دی جائے۔

۲۔ زمیندار کاشت کار کی کوئی ذمہ داری اپنے ذمہ لے لے۔

۳۔ ہل جوتنا' زرعی آلات کی فراہمی زمیندار کے ذمہ قرار دی جائے۔

۴۔ زمیندار کاشت کار سے زمین میں کسی ایسی شے کے بنانے یا تعمیر کرنے کا مطالبہ کرے جو عقد مزارعت کی مدت گزرنے کے بعد بھی وہاں برقرار رہے جیسے کوئی عارضی کمرہ' حوض' چبوترہ' کھیت کے گرد بند یا چار دیواری وغیرہ۔

۵۔ فصل کا بھوسا اس فریق کو دیا جائے جس نے بیج فراہم نہ کیا ہو' بھوسا اس کا ہوتا ہے جس نے بیج فراہم کیا ہو۔

۶۔ زمیندار کاشت کار سے یہ مطالبہ کرے کہ فصل اکھٹی کرنے کے بعد زمین اس حالت میں واپس کرے کہ اس میں ہل چلا دی گئی ہو لیکن ابتدا کاشتکار کو زمین دیتے وقت ہل چلا ہوا تھا تو یہ مطالبہ جائز ہے۔

مالکی فقہا مزارعت کو شراکت کی ایک قسم قرار دیتے ہیں اس لئے وہ "شرکہ" کے مفہوم کو لیتے ہوئے یہ شرط بھی عائد کرتے ہیں کہ بیج اور دوسری مشترک اشیاء (اگر ہوں تو) پہلے باہم اس طرح خلط ملط کر دی جائیں کہ ان کی شناخت ممکن نہ ہو۔ لہٰذا ان کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں کے بیج ایک ہی فصل کے اور ایک جیسے ہوں۔ یہ شرط اس لئے ہے کہ شراکت کے معاہدہ میں راس المال کا باہم خلط ملط کرنا ضروری ہوتا ہے۔

مساقات اور اس کے بعض ضروری احکام

لفظ مساقات کی لغوی تحقیق

مساقات کے لغوی معنی بعض فصلوں اور پیڑوں پر معاہدہ آبپاشی کے ہیں۔ یہ لفظ زرعی نظام اور اردو ادب میں

اجنبی ہے۔ لیکن یہ جن دوسرے الفاظ کے خاندان سے متعلق ہے وہ اجنبی نہیں ہیں۔ پہلے اس لفظ کے مادہ کا تعارف کرا دیا جائے تو اس کے باقی متعلقات کو سمجھنا آسان ہو گا۔ مساقات عربی سہ حرفی مادہ سقی سے مشتق ہے جس کا مطلب پلانا ہے۔ امام راغب اصفہانی مفردات الفاظ القرآن فی غریب القرآن میں اس کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

ان یعطیه مایشرب (۱۱)

پی جانے والی شے کسی کو دینا۔

قرآن پاک میں آتا ہے۔

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (دہر ۷۶: ۲۱)

اور ان کا رب ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔

اس لفظ کی ایک بگڑی ہوئی شکل "سقہ" کی صورت میں معروف ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو کسی ذخیرہ آب سے پانی لے کر لوگوں کو گھر گھر پہنچائے۔ ساقی کے بغیر ہماری اردو شاعری سے رومانی تصورات معدوم ہو جاتے ہیں۔ کسی علاقے میں خشک سالی ہو جائے کہ فصلیں جل جانے کا اندیشہ ہو، کنویں، نہریں خشک ہو جائیں تو بستی کے مسلمان اجتماعی طور ایک خاص نماز ادا کر کے بارش کے لئے دعا کرتے ہیں جسے نماز استسقی کہتے ہیں۔ استسقی کے معنی پانی طلب کرنا ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ (بقرہ ۲: ۶۰)

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے لئے پانی کی دعا کی۔

لفظ مساقات باب مفاعلہ سے ہے جس میں ایسی کیفیت پائی جاتی ہے جو دو افراد یا فریقین کے کسی لین دین کو ظاہر کرتی ہے۔ جیسے مزارعت کاشتکار اور زمیندار کے زرعی معاملہ کا نام ہے، مضاربہ سرمایہ کار اور کارکن کے کاروباری تعلق کو کہتے ہیں، معاہدہ دو افراد کے عہد و پیمان کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح مساقات لغوی اعتبار سے پانی کی بہم رسانی کے لئے دو افراد کے درمیان کوئی معاملہ طے کرنے کا نام ہے۔

مساقات فقہ اسلام میں

مساقات کا ایک عمومی مفہوم نظام زراعت میں دو افراد کے درمیان آبپاشی کا معاملہ ہے۔ لیکن اصطلاحی اعتبار

سے یہ مفہوم ناکافی ہے کیونکہ یہ آبپاشی فصلوں کی بجائے اشجار کے لئے مخصوص ہے اور ان اشجار کو پانی دینے پر معاملہ ختم نہیں ہوتا بلکہ ان کی کانٹ چھانٹ، شاخ تراشی اور دیکھ بھال بھی لفظ مساقات کے مفہوم میں شامل ہے۔ احناف کے نزدیک اس کی تعریف یوں ہے۔

ھی المعاملة فی الاشجار (۱۲)

یہ (مساقات) درختوں کی بابت معاملہ ہے۔

مساقات کی قدرے جامع تعریف شافعی مکتب فکر کے ہاں ملتی ہے۔ جس کا خلاصہ عبدالرحمٰن جزیری نے کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ میں ایک تعریف کی صورت میں یوں بیان کیا ہے۔

المساقاة ھی ان یعامل شخص یملک نخلا او عنبا شخصا اخر علی ان یباشر ثانیھما النحل اوالعنب باسقی والتربیه والحفظ و نحو ذلک وله فی نظیر عمله جزء معین من الثمر الذی یخرج منه وللولی ان ینوب عن المالک القاصر فی ذلک ((۱۳)

مساقات سے مراد یہ ہے کہ کھجور کے درختوں یا انگور کے باغات کا مالک کسی دوسرے شخص کو انہیں پانی دینے، ان کی پرورش کرنے، حفاظت کرنے اور اس طرح کام کرنے پر لگائے جس کے بدلے میں اسے پھلوں میں سے ایک مقررہ حصہ ملے اور اگر درختوں یا باغات کا مالک اس میں کوتاہی کرے تو اس کا ولی یا سرپرست معاہدہ پورا کرے۔

اس سے ملتی جلتی لیکن مختصر تعریف مالکی فکر کی ہے جو درج ذیل ہے۔

ھی عقد علی خدمة شجر و ماالحق به بجزء من غلة اوبجمیعھا بصیغة ومناسبتھا للقراض ظاہرہ (۱۴)

یہ (مساقات) ایجاب اور قبول پر مبنی وہ معاہدہ ہے جو درختوں اور ان کی کل پیداوار یا اس کے کسی حصے کے عوض طے پاتا ہے اور یہ مضاربت سے بالکل مماثل ہے۔

حنبلی فقہاء نے مساقات کی تعریف یوں کی ہے۔

دفع ارض و شجرله ثمر ماکول (۱۵)

زمین اور کھائے جانے والے پھل دار درخت (بغرض مساقات) کسی کو دینا۔

مساقات کی شرعی حیثیت

مساقات کے جائز ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ احناف کے متقدمین میں سے امام محمد اور ابویوسف اور متاخرین میں سے جملہ احناف اس کے جواز کے قائل ہیں۔ جمہور علماء میں تینوں ائمہ کبار یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ان سب کی دلیل وہی ہے جو مزارعت کے ضمن میں بیان کی گئی ہے جس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے ساتھ زمین کا معاملہ نصف پیداوار پر کیا جس میں زرعی پیداوار اور پھل دونوں شامل تھے۔

مساقات اور مزارعت

ہمارے زرعی نظام میں مساقات بعینہ اس طرح رائج تو نہیں ہے جس طرح کتب فقہ میں اس کا تصور ملتا ہے لیکن کسی نہ کسی شکل میں اس کا وجود ضرور پایا جاتا ہے۔ اختصار کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ سبزیوں، پھلوں اور پھلدار درختوں کی پیداوار میں حصہ کے عوض سینچائی، شاخ تراشی، گوڈی، جڑی بوٹیوں کا اتلاف اور دیکھ بھال مساقات کہلاتی ہے۔ یہ مزارعت سے اس لئے مختلف ہے کہ اس میں سبزیوں اور پھلوں کی کاشت کی ذمہ داری پانی دینے والے کی نہیں ہوتی، اور نہ بیج وغیرہ کی فراہمی میں اس کا حصہ ہوتا ہے۔ دوسرے فریق کو بس یہی کرنا پڑتا ہے کہ وہ کاشت شدہ رقبہ سے پیداوار کے حصول کو یقینی بنائے جس میں اس کا پہلے سے طے شدہ حصہ ہوتا ہے۔ کتب فقہ اسلامی میں مزارعت اور مساقات پر بڑی طویل بحثیں موجود ہیں۔ لیکن ایک بات بالکل واضح ہے کہ مساقات اور مزارعت دو مختلف معاملات ہیں۔ مساقات کی مختلف حالتوں اور ان کے اہم احکام کا بیان مندرجہ ذیل ہے۔

مساقات کی مختلف شکلیں اور احکام

مساقات اور مزارعت ہر دو کا تعلق نظام زراعت سے ہے۔ لیکن زرعی پیداوار کو احناف دو قسموں میں تقسیم کر کے ایک کو مزارعت اور دوسری کو مساقات سے متعلق قرار دیتے ہیں۔ کاشت سے لے کر پیداوار دینے تک جو فصل زمین میں ایک سال سے کم عرصے تک رہے اس کا معاملہ مزارعت سے متعلق ہے۔ وہ تمام فصلیں، جیسے گندم، جو، باجرہ، مکئی، گنا، چاول وہ اجناس ہیں جنہیں خود کاشت کار بوتا ہے، اور ان کو پانی دینے کا بھی ذمہ دار ہے، مزارعت سے متعلق ہیں لیکن وہ پودے یا پیڑ جو زمین پر ایک سال یا اس سے زائد عرصے تک رہیں اور انہیں پانی کی ضرورت بھی ہو مساقات سے متعلق ہیں۔ اس طرح یہ بھی مساقات ہی کی شکل ہے کہ زمین کا مالک ایک سال سے کم عرصہ

والی فصلیں (پھل اور سبزیاں) کاشت کرے اور بعدازاں انہیں پانی دینے کے لئے کسی اور کے حوالے کر دے۔

احناف کا تصور مساقات

احناف کے تصور مساقات کے اہم نکات کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ زمین پر ایک سال یا اس سے زائد عرصہ تک رہ کر پیداوار دینے والے پودوں اور پیڑوں پر مساقات کا معاملہ درست ہے۔

۲۔ ضروری ہے کہ ان درختوں اور پودوں کو پانی کی ضرورت بھی ہو۔ اگر انہیں پانی درکار نہ ہو تو یہ مساقات نہیں ہے کیونکہ لفظ مساقات کا مطلب ہی پانی کی بہم رسانی ہے۔

۳۔ زمین میں ایک سال یا اس سے کم عرصے تک رہنے والی سبزیوں اور پھلوں کے بارے میں بھی مساقات درست ہے بشرطیکہ وہ پہلے سے کاشت شدہ ہوں۔

۴۔ مساقات کا معاملہ پھلوں کی تیاری سے قبل تک درست ہے اگر پھل تیار ہو چکے ہوں اور صرف انہیں توڑنا باقی ہو تو یہ معاملہ درست نہیں کیونکہ اس وقت پھلوں کو پانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔

مالکی تصور مساقات

احناف کے برعکس مالکی مکتب فکر نے مساقات کے لئے قدرے تفصیلی نقطہ نظر اپنایا ہے، ان کے نزدیک زمین میں اگنے والے تمام نباتات پانچ قسم کے ہیں جن میں سے ہر ایک کے احکام الگ الگ ہیں۔

اولاً وہ درخت ہیں جو بار بار پھل دینے کے بعد بھی زمین میں قائم رہتے ہیں ایسے درختوں سے پھل اتار لئے جائیں یا پیداوار حاصل کر لی جائے تو وہ جوں کے توں باقی رہتے ہیں۔ ان درختوں میں انگور، انجیر، آم، سنگترا اور امرود وغیرہ شامل ہیں۔ اس قسم کے درختوں کی مساقات دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ انہیں کاشت ہوئے اتنا عرصہ گزر چکا ہو کہ وہ تناور بن گئے ہوں اور معاملہ کرتے وقت ان پر پھل آنا متوقع ہو یا چھوٹے چھوٹے پھل لگے ہوئے ہوں، اگر پودا اتنا چھوٹا ہو کہ آئندہ کئی سالوں تک اس میں پھل کی امید نہ ہو تو مساقات درست نہیں۔ مثال کے طور پر جامن کا پیڑ سات سال کی عمر سے پھل دینا شروع کرتا ہے۔ چنانچہ جامن کے درختوں پر مشتمل باغ کی مساقات اتنی طویل، غیر حقیقی، صبر آزما اور مشقت سے معمور ہے کہ فریقین کے درمیان کسی وقت بھی نزاع پیدا ہونے کا امکان ہے، لہٰذا مالکی مکتب فکر کی اس رائے کی روشنی میں یہ جائز نہیں ہے۔دوسری شرط یہ ہے

کہ مساقات کے معاہدہ کے وقت پھل اتنے چھوٹے اور ناپختہ ہوں کہ انہیں واقعی پانی کی ضرورت ہو۔ اگر پھل پک چکے ہوں یا مکمل طور پر تیار ہوں تو مساقات کا معاملہ جائز نہیں ہے۔

ثانیاً" وہ درخت ہیں جو اقتصادی لحاظ سے بجائے خود پھل کا قائم مقام ہوں۔ یہ قدرے طویل عرصے تک زمین میں رہ کر تیار ہوتے ہیں۔ ان درختوں کا پھل نہیں ہوتا بلکہ یہ خود مال متقوم ہوتے ہیں جنہیں خریدا اور بیچا جا سکتا ہے' ان میں لکڑی یا چھال جیسی کوئی نہ کوئی افادیت ہوتی ہے۔ مثلاً سفیدا' شیشم' چیل' صنوبر' اور صندل وغیرہ یہ درخت اقتصادی اعتبار سے سودمند اور نقد آور تو ہیں لیکن ان کے بارے میں مساقات کا معاملہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ طویل اور صبر آزما مدت کے بعد منڈی میں لے جانے کے قابل ہوتے ہیں۔

تیسرے وہ نباتات ہیں جو ایک موسم یا سال میں پھل دینے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں۔ ان کی جڑ زمین سے یا تو ختم ہو جاتی ہے یا اس کی افادیت باقی نہیں رہتی' اور اگر اس کی جڑ باقی رہتی ہے تو اس پودے کی حد تک لازماً" ختم ہوجاتی ہے جیسے کیلا ایک ہی مرتبہ پھل دیتا ہے۔ لیکن اس کی جڑ سے کیلے کا نیا پودا اگ آتا ہے۔

چوتھے وہ نباتات ہیں جو پھل یا سبزی کے بطور استعمال ہوتے ہیں۔ ان کا باقی پودا' اگر ہو تو' اقتصادی لحاظ سے بے سود ہوتا ہے۔ ان میں گوبھی' مولی' شلجم' پیاز' لہسن' چقندر' آلو اور پھلوں میں انناس شامل ہیں۔ ان سبزیوں اور پھلوں کو زمین سے الگ کر لینے سے باقی کچھ نہیں بچتا۔ اسی قسم میں وہ پھل اور سبزیاں آتے ہیں جو بیلوں کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں جیسے کھیرا' ککڑی' تربوز' خربوزہ' گرما اور مٹر وغیرہ۔

تیسری اور چوتھی قسم کے نباتات کی مساقات کے لئے مالکی فقہاء نے چند شرائط عائد کی ہیں جو درج ذیل ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی شرط کم ہو تو مساقات کا معاملہ درست نہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ ایسے نباتات حاصل کرنے کے بعد زمین میں کچھ باقی نہ رہے جیسے زمین سے گوبھی نکال لینے سے دوبارہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح تربوز' مٹر' پیاز وغیرہ کی پیداوار حاصل کر لینے کے بعد معاملہ ختم ہوجاتا ہے۔ لیکن پالک' دھنیا اور ساگ نکال لینے کے بعد یہ نباتات پھر سے اگ آتے ہیں۔ اس لئے ان اشیاء کی مساقات درست نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پیداوار میں پانی دینے والے کا عمل بھی شامل ہوتا ہے۔ جس کا معاملہ ایک فصل کے بعد ختم ہو جاتا ہے جبکہ یہ فصلیں اس کے بعد بھی پیداوار دیتی رہتی ہیں جو صرف زمیندار وصول کرتا ہے اور ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ اس سے پانی دینے والے کی حق تلفی ہوتی ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ زمین کا مالک ان اشیاء کی آبپاشی اور دیکھ بھال خود نہ کر سکے۔ اگر وہ خود آبپاشی اور دیکھ بھال کر سکتا ہو' اس کے باوجود کسی دوسرے کے ساتھ پیداوار کے ایک حصہ کے طور پر مساقات کا معاملہ کرے تو جائز نہیں ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ مساقات اس خدشے کے ساتھ ہو کہ اگر آبپاشی کے لئے کسی کے ساتھ معاملہ نہ کیا تو فصل تباہ ہو جائے گی گویا انتہائی چارہ کار کے طور پر ان سبزیوں اور پھلوں کی مساقات جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ زمین کا مالک ان پر خود محنت کرے۔

آخری شرط یہ ہے کہ ان سبزیوں اور پھلوں پر مساقات کا معاملہ کرتے وقت پکنے کی علامات ظاہر نہ ہوئی ہوں' اگر یہ پک چکی ہوں یا پکنے کے قریب ہوں تو مساقات درست نہیں۔

نباتات کی پانچویں اور آخری قسم میں وہ پودے آتے ہیں جن کی جڑیں طویل المیعاد نہیں ہوتیں' نہ ان سے پھل حاصل ہوتے ہیں اور نہ یہ خود بطور پھل یا سبزی کام آتے ہیں لیکن ان سے کوئی مفید چیز ضرور حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً گلاب سے پھول حاصل ہوتے ہیں جو زیبائش کے ساتھ ساتھ طبی مقاصد کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ لہٰذا اقتصادی اعتبار سے سودمند ہیں' چنبیلی کا پودا نہ خود کارآمد ہے نہ اس سے پھل حاصل ہوتا ہے' اس سے محض پھول حاصل ہوتے ہیں جو زیبائش کے کام آتے ہیں۔ ان پودوں کے لئے بھی وہی شرائط ہیں جو نباتات کی تیسری اور چوتھی قسم کے لئے ہیں' سوائے اس شرط کے کہ ان کا مالک انہیں پانی دینے سے عاجز ہو۔

حنبلی مکتب فکر کی رائے

نباتات کے بارے میں حنبلی مکتب فکر کی الگ ایک تقسیم ہے' جس کا طوالت کے خوف سے یہاں زیر بحث مناسب نہیں۔ یوں بھی ان کی تقسیم اور احناف اور مالکیہ کی تقسیم میں زیادہ فرق نہیں ہے' سوائے اس کے کہ حنابلہ صرف ان پھلوں اور سبزیوں کی مساقات کو جائز قرار دیتے ہیں جو کھائے جاتے ہوں' باقی منفعت بخش پودوں کے لئے ان کے نزدیک مساقات جائز نہیں۔ تفصیل کے لئے کتب فقہ ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

اسلام کا تصور زراعت اور عصر حاضر کا زرعی نظام

مزارعت اور مساقات کے بارے میں شرعی نقطہ ہائے نظر اور فقہاء کی آراء سے قطع نظر ہم اپنے ہاں رائج جاگیرداری نظام کے چند پہلوؤں ہی پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ جس انداز کا نظام زراعت ہم نے اپنا رکھا ہے وہ

احکام الٰہی سے بہت ہٹ کر ہے۔ جہاں تک احکام الٰہی کا تعلق ہے تو ان پر کہیں بھی اپنی اصل اور مکمل شکل میں عمل نہیں کیا جا رہا بلکہ ان کی تنفیذ کی راہ میں قدم قدم پر ایک سے ایک بڑھ کر رکاوٹ اور دشواری موجود ہے۔ کہاں یہ شرط کہ ان سبزیوں اور پھلوں پر مساقات کا معاملہ ہی نہیں ہو سکتا جو ایک دفعہ پیداوار دینے کے بعد پھر سے اگ آتی ہوں جیسے ساگ، پالک، دھنیا وغیرہ، تاکہ ایک فریق کی محنت کا پھل دوسرا نہ کھائے اور حد یہ ہے کہ شریعت نے اس کو باہم رضامندی سے بھی مشروط نہیں کیا کہ پانی دینے والا راضی بھی ہو جائے تو معاملہ ہو سکتا ہو بلکہ اس کو سرے سے ممنوع قرار دیا تاکہ زمین کے مالک کی کمائی میں اس آمدنی کو داخل ہونے سے روکا جائے جس میں اس کی اپنی محنت کا دخل نہ ہو۔ اور کہاں اپنے ہاں کا بے لگام جاگیرداری نظام جس کی لپیٹ میں ہاری اور مزارع ہی نہیں اس کا سارا خاندان ہے۔ بلکہ اس نظام میں تو سرے سے یہی واضح نہیں ہے کہ مزارعت کیا ہے؟ اور مساقات کیا ہے؟ اس کے شرعی احکام کیا ہیں؟ ایک دوسرے کے حقوق کیا ہیں؟ ایک دوسرے کے فرائض کس قدر ہیں؟ بلکہ ان وسیع و عریض جاگیروں میں قانون، اصول، ضابطے اور کسی پابندی کا تصور ہی سرے سے بے معنی ہے، اگر کوئی پابندی ہے تو یک طرفہ جو مزارع اور ہاری کے لئے ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں رائج نظام زراعت کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ لیا جائے اور اس کو ایک ایسے ڈھانچے پر استوار کیا جائے جس میں زمین کے مالک کو متعین شرعی حقوق ملنے کی ضمانت ہو۔ دوسری طرف ہاری اور مزارع بھی وہی حقوق حاصل کریں جو شریعت نے ان کے لئے مقرر کئے ہیں، نہ کہ استحصال، ظلم، اور جبر جیسی اصطلاحات استعمال کرنے اور جاگیرداری نظام کو محض کوسنے دینے کے رواج پر مبنی ہوں۔

مزید مطالعہ کے لئے

اس باب میں ہم نے اسلامی معاشرے میں رائج معاملات میں سے دو اہم معاملات کا اجمالی تعارف کرایا ہے ہر دو کے احکام کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ ان سب کا احاطہ کرنا اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں ہے۔ تفصیل جاننے کے خواہش مند اصحاب مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

۱۔ اسلام کا نظام اراضی، مفتی محمد شفیع، کراچی

۲۔ اسلامی معاشیات، سید مناظر احسن گیلانی، لاہور

۳۔ فتاویٰ عالم گیری، مترجم سید امیر علی، جلد ہشتم، لاہور۔

۴۔ اسلام کے معاشی نظریے، جلد اول دوم، محمد یوسف الدین، کراچی۔
۵۔ اسلام میں جاگیرداری و زمینداری کا نظام، مولانا ظفر احمد عثمانی، لاہور
۶۔ مسئلہ ملکیت زمین، سید ابوالاعلیٰ مودودی، لاہور
۷۔ معاشیات اسلام، سید ابوالاعلیٰ مودودی، لاہور
۸۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، عبدالرحمٰن جزیری، مترجم منظور احسن عباسی، لاہور
۹۔ کیا اسلام میں زمینداری و جاگیرداری نظام ہے؟ مناظر احسن گیلانی، لاہور
۱۰۔ کتاب الاموال، ابوعبید القاسم بن سلام، اردو ترجمہ عبدالرحمٰن طاہر سورتی، اسلام آباد۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ممکنہ حد تک ہمیں تعلیمات اسلامی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے آمین۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ کیجئے، مسئلہ ملکیت زمین، سید ابوالاعلیٰ مودودی، لاہور۔ اسلام میں جاگیرداری اور زمینداری کا نظام، مولانا ظفر احمد عثمانی، لاہور۔ کیا اسلام میں زمینداری و جاگیرداری ہے؟ مناظر احسن گیلانی، لاہور۔

۲۔ شوکانی: نیل الاوطار، جلد پنجم، ص ۲۷۲

۳۔ مرغینانی: الہدایہ، کتاب المزارعہ، سہارنپور، ۱۹۸۰

۴۔ جزیری: کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ (اردو ترجمہ ج ۲) لاہور، ۱۹۸۳ء

۵۔ دسوقی: حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر، ج ۳، ص ۳۷۲

۶۔ ابن قدامہ: المغنی، بیروت، ج ۵، ص ۳۸۲

۷۔ ابن حزم: المحلی، کتاب المزارعہ والمغارسہ، بیروت، ج ۸

۸۔ سرخسی: المبسوط، ج ۲۳، ص ۱۷

۹۔ فتاویٰ عالم گیری، مترجم مولانا سید امیر علی، لاہور، ج ۶، ص ۳۲۵

۱۰۔ جزیری: حوالہ ایضاً

۱۱۔ اصفہانی: المفردات فی غریب القرآن، کراچی، نور محمد کارخانہ کتب، دیکھئے س ق ی

۱۲۔ مرغینانی: الہدایہ، کتاب المساقاۃ، حوالہ ایضاً

۱۳۔ جزیری : جلد سوم، حوالہ ایضاً

۱۴۔ دسوقی : باب المساقاۃ، حوالہ ایضاً

۱۵۔ بہوتی : کشاف القناع، ج ۳، ص ۵۲۳

مصادر مراجع

۱۔ ابن حزم : ابی محمد علی احمد بن سعید (۴۵۶ھ) "**المحلی**" قاہرہ، ادارہ الطباعہ المنیریہ، ۱۳۵۰ھ

۲۔ ابن قدامہ: ابی محمد عبداللہ بن احمد بن محمد (۶۲۰ھ) "**المغنی**" دارالمنار، ۱۳۲۷ھ

۳۔ اصفہانی : حسین بن محمد راغب الاصفہانی (۵۰۲ھ) "**المفردات فی غریب القرآن**" کراچی، نور محمد کارخانہ کتب

۴۔ امیر علی : سید، مولانا، "فتاویٰ عالم گیری" (اردو ترجمہ)، لاہور، جلد ۶

۵۔ بہوتی : منصور بن یونس بن ادریس (۱۰۵۱ھ) "**کشاف القناع عن متن الاقناع**" مکہ، ادارہ مطبع الحکومہ ۱۳۹۴ھ

۶۔ جزیری : عبدالرحمٰن، "**کتاب الفقه علی المذاہب الاربعۃ**" اردو ترجمہ منظور احسن عباسی، لاہور محکمہ اوقاف ۱۹۸۳ء

۷۔ دسوقی : شمس الدین الشیخ محمد (.....)، "**حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر**" بیروت، دارالفکر، جلد ۳

۸۔ سرخسی : محمد بن احمد (۴۹۰ھ) "**کتاب المبسوط**" مصر، مطبع السعادۃ، ۱۳۲۴ھ، جلد ۲۳

۹۔ شوکانی : محمد بن علی بن محمد (۱۲۵۰ھ) "**نیل الاوطار**" بیروت، دارالفکر، ۱۹۸۲ء

۱۰۔ مرغینانی : برہان الدین ابوالحسن علی ابن ابوبکر (۵۹۳ھ) "**الهدایۃ**" کراچی، قرآن محل

۱۱۔ مودودی : ابوالاعلیٰ، سید (۱۹۷۹ء) "مسئلہ ملکیت زمین" لاہور، اسلامک پبلیکشنز، ۱۹۸۶ء

''مطالعہ اسلامی قانون'' کے مطبوعہ مضامین

ابتدائی کورس	
۱۔	اسلامی قانون کے ماخذ، ماخذ اوّل۔قرآن
۲۔	اسلامی قانون کے ماخذ، ماخذ دوم۔سنت
۳۔	اسلامی قانون کے ماخذ، ماخذ سوم۔اجماع
۴۔	اسلامی قانون کے ماخذ، ماخذ چہارم۔قیاس
۵۔	اجتہاد کی تعریف
۶۔	اسلام میں قانون سازی کا تصور اور طریق کار
۷۔	دینی مسائل میں اختلافات، اسباب اور ان کا حل
۸۔	اسلام کا قانون نکاح وطلاق
۹۔	اسلام کا قانون وراثت ووصیت
۱۰۔	اسلام میں عورت کی استثنائی حیثیت اور اس کی وجوہ
۱۱۔	اسلام کا تصور ملکیت ومال
۱۲۔	اسلام کا تصور معاہدہ
۱۳۔	اسلام میں شراکتی کاروبار کا تصور
۱۴۔	مزارعت اور مساقات
۱۵۔	اسلام کا نظام محاصل
۱۶۔	اسلام کا نظام مصارف
۱۷۔	اسلام میں عدل وقضاء کا تصور
۱۸۔	اسلام کا نظام احتساب
۱۹۔	اسلامی نظام عدل وقضاء میں شہادت کا تصور
۲۰۔	اسلام کا تصور جرم وسزا
۲۱۔	اسلام کا فوجداری قانون
۲۲۔	اسلام کا دستوری قانون
۲۳۔	اسلام کا قانون بین الممالک
۲۴۔	اسلام میں ربا کی حرمت اور بلاسود سرمایہ کاری

اختصاصی مطالعہ: اصول فقہ کورس	
۱۔	علم اصولِ فقہ: ایک تعارف (حصہ اوّل)
۲۔	علم اصولِ فقہ: ایک تعارف (حصہ دوم)
۳۔	قرآن
۴۔	سنت
۵۔	سنّت کی حجیت کا جائزہ
۶۔	اجماع
۷۔	قیاس
۸۔	شرائع سابقہ۔اقوالِ صحابہؓ۔استصلاح
۹۔	استحسان۔استصحاب۔استدلال
۱۰۔	عُرف اور سدّ ذرائع
۱۱۔	حکمِ شرعی۔۱ (حکمِ تکلیفی)
۱۲۔	حکمِ شرعی۔۲ (حکمِ وضعی)
۱۳۔	خاص
۱۴۔	عام۔مشترک۔حقیقت ومجاز۔صریح وکنایہ
۱۵۔	دلالات
۱۶۔	اسلام کا نظریۂ اجتہاد
۱۷۔	مناہج واسالیبِ اجتہاد
۱۸۔	تقنین (اسلامی احکام کی ضابطہ بندی)
۱۹۔	پاکستان میں قوانین کو اسلامیانے کا عمل
۲۰۔	فقہ حنفی وفقہ مالکی
۲۱۔	فقہ شافعی وفقہ حنبلی
۲۲۔	فقہ جعفری وفقہ ظاہری
۲۳۔	قواعد کلّیہ (حصہ اوّل)
۲۴۔	قواعد کلّیہ (حصہ دوم)